خطبہ جمعہ

ہر ایک بیت العلم کی کنجی دعا ہی ہے اور کوئی علم اور معرفت کا دقیقہ نہیں جو بغیر اس کے ظہور میں آیا ہو۔ دعاؤں والا آخر کامیاب ہو جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی مختلف مواقع پر کی جانے والی دعاؤں کا دلنشیں تذکرہ

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز–
فرمودہ ۱۶؍جون ۲۰۰۰ء بمطابق ۱۶؍احسان ۱۳۷۹ھجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم و لا الضالين–

﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً . اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ . وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾۔

(سورۃ الاعراف آیات ۵۶،۵۷)

اپنے ربّ کو عاجزی کے ساتھ اور مخفی طور پر پکارتے رہو۔ یقیناً وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ اور اُسے خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے رہو۔ یقیناً اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب رہتی ہے۔

اب میں دعاؤں کے متعلق پہلے مضمون کو جاری رکھتے ہوئے دعائے قنوت کی ایک اور Version جس میں ذرا سا اختلاف ہے وہ ابھی آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ یہ ابوداؤد اور شرح السنۃ میں بھی الفاظ کے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ مذکور ہے۔ الفاظ اس کے یہ ہیں:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَ نَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ . اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّي وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ﴾۔ (تحفۃ الفقہاء باب صلاۃ الوتر مطبوعہ دارالفکر دمشق)

اس میں معمولی سا لفظی اختلاف ہے اس لئے اس کو بھی آپ کے سامنے رکھ دیا گیا ہے۔ اس کا ترجمہ میں آپ کو پڑھ کر سنا دیتا ہوں تاکہ جن لوگوں کو پوری دعائے قنوت یاد نہ ہو فوری طور پر، وہ کم سے اس کا ترجمہ ذہن میں رکھیں اور اسے پڑھ لیا کریں مگر اصل تو دعائے قنوت وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے الفاظ میں پڑھی جائے۔

اے اللہ ہم تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں اور تجھ سے ہی بخشش کے طلبگار ہیں اور تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور تجھ پر ہی توکل کرتے ہیں اور تیری بہترین ثنا بیان کرتے ہیں اور تیرا شکر کرتے ہیں اور کفر نہیں کرتے۔ اور جو تیری نافرمانی کرے اسے اپنے سے الگ کر دیتے ہیں اور چھوڑ دیتے ہیں۔ اے اللہ! ہم تیری عبادت کرتے اور تجھ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور تیری طرف ہی دوڑتے ہیں اور تیرے حضور حاضر ہوتے ہیں، تیری رحمت کے امید وار ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ یقیناً تیرا عذاب کافروں کو آ لینے والا ہے۔

اب دوسری حدیث دعاؤں کے تسلسل میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ یہ سنن النسائی سے لی گئی ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع کرتے تو عرض کرتے اے میرے اللہ تیرے لئے میں جھکا ہوں اور تیرے لئے میں مسلمان ہوا ہوں اور تجھ پر میں ایمان لاتا ہوں تیرے لئے ہی میرے کان اور میری آنکھیں اور میری ہڈیاں اور میرا گودا اور میرے اعصاب ڈرتے ہوئے جھک گئے ہیں۔ (سنن نسائی کتاب التطبیق)

اس حدیث میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا رکوع بیان ہے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمْ، سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمْ. سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمْ کے منافی نہیں ہے وہ تو ایک لازماً مستقل سنت ہے جسے بہر حال ادا کرنا چاہئے۔ اس کے علاوہ حضور اکرم ﷺ رکوع کے دوران بھی اور سجدہ کے دوران بھی بہت سی اَور دعائیں بھی کیا کرتے تھے۔ پس یہ ان دعاؤں میں سے ایک ہے۔ اے میرے اللہ! تیرے لئے میں جھکا ہوں، تیرے لئے میں مسلمان ہوا ہوں، تجھ پر میں ایمان لاتا ہوں، تیرے لئے میرے کان اور میری آنکھیں اور میری ہڈیاں اور میرا گودا اور میرے اعصاب ڈرتے ہوئے جھک گئے ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک سنن ابن ماجہ میں روایت ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے گھر سے نماز کے لئے نکلے اور یہ دعا کرے: "اے اللہ! میں تجھ سے اس حق کا واسطہ دے کر مانگتا ہوں جو تو نے سوالیوں کے لئے اپنے اوپر واجب کر رکھا ہے"۔ اب یہ جو سوالی جس قسم کے ہیں جن پر خدا تعالیٰ کا حق بن جاتا ہے وہ نہایت ہی گریہ و زاری، تضرع، خلوص سے دعا کیا کرتے ہیں۔ "اور میں تجھ سے اپنے اس چلنے کے حق کا واسطہ دے کر مانگتا ہوں کیونکہ میں فخر و مباہات یا ریاکاری اور شہرت کے لئے نہیں نکلا بلکہ تیری ناراضگی سے بچنے اور تیری رضا کا مورد بننے کے لئے نکلا ہوں۔ پس میں تجھ سے اس بات کا سوالی ہوں کہ تو مجھے آگ سے بچا اور میرے گناہ بخش دے۔ (سنن ابن ماجہ کتاب المساجد والجماعات)

ایک حدیث ہے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص کو اللہ تعالیٰ سے یا کسی شخص سے کوئی حاجت ہو وہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے اور حمد و ثنا اور درود شریف کے بعد یہ دعا کرے: "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بردبار اور عزت والا ہے۔ پاک ہے اللہ جو عظیم الشان عرش کا رب ہے۔ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اے اللہ! میں تجھ سے تیری رحمت کو جذب کرنے والی باتوں اور تیری بخشش کے پختہ اسباب کے حصول کی دعا کرتا ہوں اور ہر نیکی کو غنیمت جان کر کرنے اور ہر گناہ سے سلامتی کی توفیق کا طلب گار ہوں۔ تو میرے سارے گناہ اس طرح بخش دے کہ ایک بھی باقی نہ رہنے دے۔ اور نہ کوئی میرا غم باقی رہنے دے مگر خود تو اسے دور فرما دے اور نہ کوئی میری ایسی ضرورت باقی ہو جو تیری رضا کے مطابق ہو مگر تو خود اسے پورا فرما دے۔ اے سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے۔ (سنن ترمذی کتاب الصلاۃ)

اب بیوت الخلاء میں جانے کی دعا ہے جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں، یہ بخاری کتاب الدعوات سے لی گئی ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ دعا کیا کرتے تھے: "اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں ہر قسم کی ناپاکیوں اور ہر قسم کے خبائث سے"۔

(بخاری کتاب الدعوات باب الدعاء عند الخلاء)

پھر جب نکلتے تھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ روایت ہے جو ترمذی سے لی

گئی ہے۔ آپ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ جب بیت الخلاء سے نکلتے تو فرماتے: ”غُفْرَانَكَ“ تیری بخشش کا طلب گار ہوں۔(سنن ترمذی ۔ کتاب الطہارۃ ۔ باب ما یقول اذا خرج من الخلاء) اور کچھ اختلاف سے یہ روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جب بیت الخلاء سے نکلتے تو یہ دعا کیا کرتے: ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ“۔ سب تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس نے مجھ سے تکلیف دہ امور کو دور کر دیا ہے اور مجھے عافیت عطا کی ہے۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الطہارۃ ۔ باب ما یقول اذا خرج من الخلاء)

ایک حدیث ہے حضرت عمر بن الخطاب کے کپڑوں کے متعلق جو سنن ترمذی کتاب الدعوات سے لی گئی ہے۔ اس میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نیا کپڑا پہنا اور یہ دعا کی: ”تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے مجھے کپڑا پہنایا، جس کے ذریعہ میں اپنے ننگ ڈھانپتا ہوں اور اپنی زندگی میں اس کے ذریعہ سے زینت حاصل کرتا ہوں“۔ پھر آپ پرانے کپڑے کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے صدقہ میں دے دیا۔ پھر فرمایا: ”میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے نیا کپڑا پہنا اور پھر یہ دعا کی کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے کپڑا پہنایا جس کے ذریعہ اپنے ننگ ڈھانکتا ہوں اور اپنی زندگی میں اس کے ذریعہ زینت حاصل کرتا ہوں۔ پھر اپنے پرانے کپڑے کی طرف متوجہ ہوا اور اسے بطور صدقہ دے دیا۔ تو زندگی اور موت دونوں حالتوں میں اللہ کی پناہ اور اس کی حفاظت اور اس کی پردہ پوشی میں ہوگا“۔

یہاں یہ یاد رکھیں کہ ہر دفعہ یہی طریق رسول اللہ ﷺ کا نہیں تھا کہ جب بھی نیا کپڑا پہنتے تھے تو پرانا ضرور دے دیا کرتے تھے۔ نہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ ایسا کیا کرتے تھے۔ مگر ایک ایسا واقعہ گزرا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اتباع میں حضرت عمرؓ نے اس طرح کیا اور اپنا پرانا کپڑا صدقہ میں دے دیا۔ پرانے کپڑے میں یاد رکھنا چاہئے کہ وہ کپڑا اچھی حالت میں ہوگا کیونکہ بری حالت میں کپڑا دینا جس میں پیوند لگے ہوں اور گندہ ہو چکا ہو وہ تو انسان پھینک ہی دے، اس کو صدقہ میں دینے کا تو کوئی مطلب ہی سمجھ میں نہیں آتا ۔ صدقہ لازماً اس کپڑے کے متعلق ہے جو اترا ہے اور اچھی حالت میں اترا ہے اور اس کو قبول کرتے ہوئے دوسرے انسان کی آنکھیں شرم سے جھکیں نہیں۔ اس لئے اس بارہ میں یہ تشدد نہ اپنی ذات پر کریں کہ ہر دفعہ کپڑا پہن کر پرانا کپڑا اتار کے کسی کو دے دیا کریں۔ یہ اسراف کا طریق ہے اور رسول اللہ ﷺ کی ان احادیث کا یہ مطلب نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں، ترمذی کتاب الدعوات میں، کہ جب کوئی شخص شادی کرتا تو آنحضرت ﷺ ان الفاظ میں اسے دعا دیتے: ”اللہ تیرے لئے مبارک کرے اور تجھ پر برکات نازل فرمائے اور تم دونوں کو خیر و بھلائی کی باتوں میں اکٹھا رکھے“۔

ایک اور روایت مسند احمد بن حنبل میں مروی ہے۔ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ ابْنِ مُحَمَّدٍ ابْنِ عَقِیْلٍ کہ عبداللہ بن محمد بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شادی کی۔ شادی کے بعد ہمارے پاس آئے تو ہم نے انہیں بِالرِّفَاءِ وَالْبَنِیْنَ کہا۔ یہ عربوں کا رواج تھا مبارکباد دینے کا، شادی مبارک ہو اور خدا تمہیں صاحب اولاد کرے۔ اس پر انہوں نے کہا ٹھہرو، یوں نہ کہو، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں ان الفاظ میں مبارکباد دینے سے منع فرمایا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ کہا کرو ”بَارَکَ اللّٰہُ لَھَا فِیْکَ وَبَارَکَ لَکَ فِیْھَا“۔ اللہ تمہاری بیوی کے لئے تمہیں بابرکت بنادے اور تمہارے لئے اس بیوی میں برکتیں رکھ دے۔(مسند احمد بن حنبل مسند اہل بیت)

حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن شعیب اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تم شادی کرو یا خادم وغیرہ رکھو تو یہ دعا کر لیا کرو: ”اے اللہ! میں تجھ سے اس کی خیر و بھلائی کا طالب ہوں ہر اس خیر کا جو تو نے اس کی فطرت میں رکھی ہے۔ میں اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور ہر اس شر سے بھی جو اس کی فطرت میں مخفی ہے“۔

(سنن ابوداؤد کتاب النکاح)

بیوی کے پاس جانے کی دعا۔ بخاری کتاب النکاح۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اگر ان میں سے کوئی اپنی اہلیہ کے پاس جاتے وقت یہ دعا کرے: اللہ کے نام کے ساتھ، اے اللہ مجھے شیطان سے بچا رکھ اور جو اولاد تو ہمیں عطا کرے اسے بھی شیطان سے بچائے رکھنا۔ پھر اگر ان کے ہاں کوئی اولاد ہوئی تو شیطان کبھی اسے نقصان نہ پہنچا سکے گا“۔ یہ دعا وہ ہے جو پیدائش سے بھی بہت پہلے مانگی اور مانگتے رہے۔ پس یہ دعا وہ ہے جو ایک دفعہ ملنے کے لئے نہیں بلکہ اس سے بہت پہلے ملنے کے نتیجہ میں جو اولاد ہوگی اس کے لئے مانگی جانی چاہئے تو اس صورت میں اللہ تعالیٰ اس کو شیطان کے شر سے بچالیتا ہے۔

ایک ترمذی کتاب النکاح میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ جب اپنی بیویوں کے درمیان کوئی چیز تقسیم فرماتے تو انصاف فرماتے اور ساتھ دعا کرتے کہ: ”اے اللہ! جس پر میں قدرت رکھتا ہوں اس میں یہ میری تقسیم ہے۔ پس جس چیز پر تو قدرت رکھتا ہے اور میں نہیں رکھتا اس پر مجھے ملامت نہ فرمانا“۔ اس کا مطلب بڑا واضح یہ ہے کہ انصاف اسی حد تک کیا جا سکتا ہے جتنا انسان کے بس میں ہے اور اس پہلو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے تمام بیویوں میں مکمل انصاف فرمایا۔ لیکن محبت کے معاملہ میں انسان کا دل اپنے بس میں نہیں ہوتا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ تو فرمایا اگر میں اپنی بیویوں سے ایک جیسی محبت نہیں کر سکتا تو مالک ہے تو نے جیسا مجھے دل دیا ہے اس کے مطابق میں جو کچھ کر سکتا تھا وہ کر لیا باقی تیرے اختیار میں ہے تو اس بارہ میں میری سرزنش نہ فرمانا کہ میں ہر بیوی سے ایک جیسی محبت نہیں کر سکا۔

ایک دعا ترمذی کتاب الدعوات سے حضرت عبداللہ بن یزید خطمی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی دعا میں یہ کہا کرتے تھے: ”اے میرے اللہ! مجھے اپنی محبت کا رزق عطا کر اور اس کی محبت کا رزق بھی عطا کر جس کی محبت تیرے حضور میرے کام آئے۔ اے میرے اللہ! میری محبوب چیزوں میں سے جو تُو مجھے عطا کرے اس کو میرے لئے قوت بنا دے تا میں ان کاموں میں ترقی کروں جو تجھے محبوب ہوں۔ اور اے میرے اللہ! میرے محبوب کاموں میں سے جسے تو مجھ سے دور رکھے اس کو تو اپنی محبوب چیزوں میں ترقی کرنے کا ذریعہ بنا دے“۔

ایک دعا مسند احمد بن حنبل سے لی گئی ہے جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے: ”اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے سب سے سیدھی راہ کی طرف ہدایت دے“۔(مسند احمد بن حنبل باقی مسند الانصار)۔

اب یہ تو ایک چھوٹی سی دعا ہے جو ہر شخص کو یاد ہونی چاہئے۔ عالم ہو یا جاہل ہو اتنی دعا بھی یاد نہ رہے تو اسے کچھ بھی یاد نہ رہا۔ اے اللہ مجھے بخش اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے سب سے سیدھی راہ کی طرف ہدایت دے۔ یہ وہ دعا بھی ہے جو آپ سورۃ فاتحہ میں پڑھتے ہیں سیدھی راہ کی طرف ہدایت کر۔ یہاں السَّبِیْلَ الْاَقْوَم کا لفظ ہے ایسی راہ جو سب راہوں سے زیادہ سیدھی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث سنن ترمذی میں مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ جب کسی غزوہ پر تشریف لے جاتے تو یہ دعا کرتے: ”اے اللہ! تو ہی میری قوت ہے اور تو ہی میرا مددگار ہے اور تیری ہی دی ہوئی طاقت سے مَیں دشمن کا مقابلہ کرتا ہوں اور مدّمقابل سے جنگ کرتا ہوں“۔(سنن ترمذی ۔کتاب الدعوات)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں رسول کریم ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے اور یہ روایت ترمذی کتاب الدعوات سے لی گئی ہے: ”اے اللہ! مجھے میری سماعت اور بصارت سے پورا پورا فائدہ بخش اور ان دونوں چیزوں کے لئے میرے وارث پیدا فرما اور میرے پر ظلم کرنے والے کے خلاف میری مدد کر اور اس سے میرا بدلہ لے“۔ ”ان دونوں چیزوں کے لئے میری وارث عطا فرما“۔ مراد یہ ہے کہ ایسی اولاد عطا فرما جو اپنی سماعت اور بصارت کو خدا سے ڈرتے ہوئے اپنے کنٹرول میں رکھے۔ اور پھر فرمایا: ”میرے پر ظلم کرنے والے کے خلاف میری مدد کر اور اس سے تو میرا بدلہ لے“۔

سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ میں حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ ہمیں بعض کلمات سکھاتے تھے مگر آپ ہمیں وہ کلمات اس طرح نہ سکھاتے

تھے جیسا کہ تشہد سکھایا کرتے تھے اور وہ کلمات یہ تھے: ”اے اللہ! ہمارے دلوں میں باہم الفت ڈال اور ہمارے تعلقات کی اصلاح فرما اور ہمیں سلامتی کی راہوں پر چلا اور ہمیں اندھیروں سے بچا کر نور تک پہنچا اور ہمیں فواحش سے بچا خواہ وہ ظاہری ہو یا باطنی اور ہمارے لئے ہماری سماعتوں اور ہماری بصارتوں اور ہمارے دلوں اور ہمارے ساتھیوں اور ہماری اولادوں میں برکت ڈال اور ہماری توبہ قبول فرماتے ہوئے ہم پر نظر کرم فرما۔ یقیناً تو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ اور ہمیں اپنی نعمت کا شکر کرنے والا بنا۔ اس پر ہم تیرے ثناخواں ہوں اور اس کے قابل اور اہل ہوں اور اسے ہم پر تمام کردے“۔

ایک روایت بنوہاشم کے ایک آزاد کردہ غلام عبدالحمید اپنی والدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یوں بیان کرتے ہیں اور یہ ابوداؤد سے حدیث لی گئی ہے کہ آنحضور ﷺ نے اپنی بیٹی کو صبح و شام اللہ تعالیٰ کی حفظ وامان کے لئے دعا سکھائی تھی کہ: ”اللہ پاک ہے اپنی تعریف کے ساتھ ۔ اللہ کے سوا کسی کو کوئی قوت حاصل نہیں۔ ہوتا وہی ہے جو خدا چاہتا ہے اور جو خدا نہیں چاہتا نہیں ہوتا“۔ یقیناً جس نے صبح کے وقت یہ کلمات کہے تو شام تک اس کی حفاظت کی گئی اور جس نے شام کو دوہرایا صبح تک محفوظ رہا۔ (سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ)

آج کے خطبہ میں جو نسبتاً مختصر دیا جارہا ہے میں اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اقتباسات پر اس خطبہ کو ختم کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں: ”ابتلاؤں میں ہی دعاؤں کے عجیب و غریب خواص اور اثر ظاہر ہوتے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ ہمارا خدا تو دعاؤں سے ہی پہچانا جاتا ہے“۔ (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۰۱)

دراصل مواد تو نسبتاً زیادہ تھا مگر بعض بہت لمبی حدیثیں مواد سے اس لئے نکال دی گئیں کہ علم درایت کی رُو سے وہ صحیح معلوم ہوتی نہیں تھیں۔ اس لئے بظاہر روایت صحیح بھی ہو اگر درایت کا مضمون، عقل کا تقاضا ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ایسی بات فرما ہی نہیں سکتے تو مجبوراً وہ چھوڑنی پڑتی ہے۔ آج جب میں نظر ڈال رہا تھا تو ایسی کئی حدیثیں مجبوراً چھوڑنی پڑیں اس وجہ سے یہ خطبہ نسبتاً چھوٹا ہو گیا ہے۔ خطبہ میں تو کوئی تکلف نہیں ہوا کرتا چھوٹا ہو یا بڑا ہو چند لفظوں کا بھی ہو تو دل پر اثر کرے تو یہی خدا کی مرضی ہے کہ چند الفاظ بھی ہوں دلوں پر اثر کرنے والے ہوں تو بہت کافی ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”دعائیں حقیقت میں بہت قابل قدر ہوتی ہیں اور دعاؤں والا آخر کار کامیاب ہو جاتا ہے۔ ہاں یہ نادانی اور سُوءِ ادب کہ انسان خداتعالیٰ کے ارادہ کے ساتھ لڑنا چاہے۔ مثلاً یہ دعا کرے کہ رات کے پہلے حصہ میں سورج نکل آوے۔ اس قسم کی دعائیں گستاخی میں داخل ہوتی ہیں۔ وہ شخص نقصان اٹھاتا ہے اور ناکام رہتا ہے جو گھبرانے والا اور قبل از وقت چاہنے والا ہو۔ مثلاً اگر بیاہ کے دس دن بعد مرد و عورت یہ خواہش کریں کہ اب بچہ پیدا ہو جاوے تو یہ کیسی حماقت ہوگی۔ اس وقت تو اسقاط کے خون اور چھیچھڑوں سے بھی بے نصیب رہے گی۔ اسی طرح جو سبزہ کو نمو نہیں دیتا وہ دانہ پڑنے کی نوبت ہی نہیں آنے دیتا......... مسلمان دعا سے بالکل ناواقف ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ جن کو بدقسمتی سے ایسا موقع ملا کہ دعا کریں مگر انہوں نے صبر اور استقلال سے چونکہ کام نہ لیا اس لئے نامراد رہ کر سید احمد خانی مذہب اختیار کر لیا کہ دعا کوئی چیز نہیں“۔

یہاں مراد یہ ہے کہ سر سید احمد کا دعا کے متعلق یہ مذہب تھا کہ محض الفاظ ہیں جو پڑھے جاتے ہیں مگر ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ دعاؤں کو قبول کر کے کچھ تبدیل کر دیتا ہے۔ بس دعا برکت کے لئے ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ تو یہ وہ نہایت ہی بیہودہ مذہب تھا جس نے دعا کی جڑ کاٹ ڈالی ہے اور جڑ کاٹنے کی کوشش کی ہے۔ کاٹ تو نہیں ڈالی مگر جڑ کاٹنے کی کوشش کی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سر سید کو مخاطب کر کے دعا کی قبولیت کے متعلق، دعا کی اہمیت کے متعلق بہت ہی عظیم کتاب لکھی تھی۔ پس آپ جب کہتے ہیں کہ سید احمد خانی مذہب تو اس سے مراد سر سید احمد کا دعا کے متعلق مذہب ہے۔

”یہ دھوکہ اور غلطی اسی لئے لگتی ہے کہ وہ حقیقت دعا سے ناواقف محض ہوتے ہیں اور اس کے اثر سے بے خبر اور اپنی خیالی امیدوں کو پورا نہ ہوتے دیکھ کر کہہ اٹھتے ہیں کہ دعا کوئی چیز نہیں“۔ سر سید کا بھی یہی حال ہوا ہو گا بدنصیب کی اپنی دعائیں قبول نہ ہوئیں تو اس نے یہی سمجھا کہ دعا قبول ہوا ہی نہیں کرتی۔ ”دعا ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے اگر دعاؤں کا اثر نہ ہوتا تو پھر اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے“۔ (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۰۳،۲۰۲)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”غرض جبکہ ہماری روح ایک چیز کے طلب کرنے میں بڑی سرگرمی اور سوز و گداز کے ساتھ مبدء فیض کی طرف ہاتھ پھیلاتی ہے اور اپنے تئیں عاجز پاکر فکر کے ذریعہ سے کسی اور جگہ سے روشنی ڈھونڈتی ہے تو در حقیقت ہماری وہ حالت بھی دعا کی ایک حالت ہوتی ہے۔ اسی دعا کے ذریعہ سے دنیا کی کل حکمتیں ظاہر ہوئی ہیں اور ہر ایک بیت العلم کی کنجی دعا ہی ہے اور کوئی علم اور معرفت کا دقیقہ نہیں جو بغیر اس کے ظہور میں آیا ہو۔ ہمارا سوچنا، ہمارا فکر کرنا، ہمارا طلبِ امرِ مخفی کے لئے خیال کو دوڑانا یہ سب امور دعا ہی میں داخل ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ عارفوں کی دعا آداب معرفت کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے اور ان کی روح مبدءِ فیض کو شناخت کر کے بصیرت کے ساتھ اس کی طرف ہاتھ پھیلاتی ہے اور محجوبوں کی دعا صرف ایک سرگردانی ہے جو فکر اور غور اور طلبِ اسباب کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے۔ وہ لوگ جن کو خداتعالیٰ سے ربطِ معرفت نہیں اور نہ اس پر یقین ہے وہ بھی فکر اور غور کے وسیلہ سے یہی چاہتے ہیں کہ غیب سے کوئی کامیابی کی بات ان کے دل میں پڑ جائے۔ اور ایک عارف دعا کرنے والا بھی اپنے خدا سے یہی چاہتا ہے کہ کامیابی کی راہ اس پر کھلے۔ لیکن محجوب جو خداتعالیٰ سے ربط نہیں رکھتا وہ مبدء فیض کو نہیں جانتا اور عارف کی طرح اس کی طبیعت بھی سرگردانی کے وقت ایک اور جگہ سے مدد چاہتی ہے اور اسی مدد کے پانے کے لئے وہ فکر کرتا ہے۔ مگر عارف اس مبدء کو دیکھتا ہے۔ اور یہ تاریکی میں چلتا ہے اور نہیں جانتا کہ جو کچھ فکر اور خوض کے بعد دل میں پڑتا ہے وہ بھی خداتعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور خداتعالیٰ متفکر کے فکر کو بطور دعا قرار دے کر بطور قبول دعا اس علم کو فکر کرنے والے کے دل میں ڈالتا ہے۔ غرض جو حکمت اور معرفت کا نکتہ فکر کے ذریعہ سے دل میں پڑتا ہے وہ بھی خدا سے ہی آتا ہے اور فکر کرنے والا اگرچہ نہ سمجھے مگر خداتعالیٰ جانتا ہے کہ وہ مجھ سے ہی مانگ رہا ہے۔ سو آخر وہ خدا سے اس مطلب کو پاتا ہے۔ اور جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے یہ طریقِ طلبِ روشنی اگر علیٰ وجہ البصیرت اور ہادیٔ حقیقی کی شناخت کے ساتھ ہو تو یہ عارفانہ دعا ہے۔ اور اگر صرف فکر اور خوض کے ذریعہ سے یہ روشنی لا معلوم مبدء سے طلب کی جائے اور منور حقیقی کی ذات پر کامل نظر نہ ہو تو وہ محجوبانہ دعا ہے“۔

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد ۱۴ مطبوعہ لندن صفحہ ۲۳۱،۲۳۰)

اس سب کا خلاصہ یہی بنتا ہے کہ دعا اگر خداتعالیٰ کو سامنے رکھ کر حقیقی مالک سمجھتے ہوئے گویا وہ سامنے کھڑا ہے اس طرح کی جائے تو یہ دعا سب سے بہتر ہے۔ لیکن بعض دفعہ انسان دل میں اللہ کی ذات کی باتیں سوچتا رہتا ہے خدا کو ہر چیز کا مالک سمجھتا ہے اور جانتے ہوئے اس کی حمد کے گیت گاتے ہوئے چلتا ہے تو ایسا شخص ضروری نہیں کہ کوئی معین دعا ہی کرے۔ اس کے دل کا ہر لحہ دعا میں مصروف ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو اس کی مخفی ضرورتوں کو جانتا ہے وہ ان کو پورا کرتا چلا جاتا ہے خواہ بظاہر اس کے دعا کے لئے ہاتھ اٹھیں یا نہ اٹھیں اللہ اس کی ساری تمناؤں کو جو دل میں پیدا ہوتی ہیں قبول فرمالیتا ہے۔